Open Access
Al Khadim Research Journal Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235
ISSN (PRINT): 2710-0227
ARJICC, Vol: 2, Issue: 2,
July to September 2021
DOI: 10.53575/arjicc.u9-v2.2(21)137-153
http://arjicc.com/index.php/arjicc

معاشرے کی روحانی واخلاقی اصلاح میں مشائخ تصوف کا کردار: فلسفۂ احسان کے تناظر میں

The role of Sufis in the spiritual and moral reform of a society in the context of philosophy of Ahsan

Muhammad Naeem Javeed*
Dr. Hafiz Muhammad Hussain**

Abstract
The element of spirituality is just as essential to human existence as eating, drinking, sleeping, waking up, and so on. The reason is that man is a mixture of body and soul. The nourishment of the body reaches it from the earthly means, by which it sustains itself, while the nourishment of the soul is spiritual action, which requires spiritual training. That is why Allah Almighty has included in the Holy Qur'an one of the basic responsibilities of the Prophet of Islam, self-purification. The teachings of spiritual training are repeated in the Qur'an. The Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) purified human beings according to the Quranic injunctions. This legacy passed down from the Companionsرضی اللہ عنہم to the Sufis of different times, who always fulfilled this responsibility well.This subject was later called "تصوف" and Sufism. The spiritual healers of the people were called Sufis. In this short article, after reviewing the injunctions of Sufism and purification from the Holy Qur'an, a look is given to the conditions and services of famous and eminent Sufis of different times.
Keywords: Spirituality, Sufism, Tasawwuf, Sufis, philosophy of Ahsan

تمہید:

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس کائنات اور پھر اس میں حضرت انسان کو تخلیق کیا۔ روح اور جسم اس کے اجزائے ترکیبی ہیں، ہر ایک کی غذا کا انتظام اسی چیز سے کیا گیا ہے جس سے اس کو پیدا کیا گیا۔ چنانچہ انسانی جسم مٹی سے پیدا کیا گیا تو جسم کی تمام تر ضروریات کا انتظام مٹی سے کیا گیا اور روح آسمانوں سے آئی لہذا اس کی خوراک کا بندوبست بھی آسمانوں سے ہی کیا گیا۔ جس طرح انسانی جسم بیماری کا شکار ہو جاتا ہے بالکل اسی طرح روح بیمار ہونا بھی ایک فطری امر ہے جس کی اصلاح کی ذمہ داری پیغمبر علیہ السلام کو سونپی گئی اور چلتے چلتے یہ ذمہ داری مشائخ و صوفیاء تک پہنچی جس کو انہوں نے بخوبی سرانجام دیا۔ اس ذمہ داری کو تصوف کا نام دیا گیا ہے۔

تصوف واحسان کا مفہوم اور حقیقت:

مختلف صوفیائے کرام سے تصوف کے بارے میں متعدد اقوال منقول ہیں مثلاً حضرت ابوالحسن نوریؒ فرماتے ہیں کہ تصوف لذت نفسانی کا کلی طور پر چھوڑ دینا ہے یعنی تصوف ہر قسم کے حظ نفس سے دست بردار ہونے کا نام ہے [1]۔

مرتعشؒ کہتے ہیں کہ ”تصوف حسن اخلاق کا نام ہے“ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے حضرت داتا گنج بخش اس کو تین صورتوں میں تقسیم کرتے ہیں (۱) حسن خلق اللہ کے ساتھ: ریاکاری و دکھلاوے کے بغیر اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی واتباع کی جائے (۲) حسن خلق مخلوق

* M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, University of Management and Technology, Lahore.
** Head of Department, Department of Islamic Studies, University of Lahore, Sargodha Campus.

کے ساتھ: اس سے مراد یہ ہے کہ بزرگوں کا احترام کیا جائے، چھوٹوں سے شفقت کا برتاؤ کیا جائے اور ہم جنسوں سے بلا حرص ولالچ انصاف کرنے کے باوجود خود ان سے انصاف کا مطالبہ نہ کیا جائے (۳) حسن خلق اپنی ذات کے ساتھ: اس کا طریقہ یہ ہے کہ خواہشات نفسانی اور شیطان کی متابعت نہ کی جاوے۔[2]

ابو محمد جریری سے تصوف کا سوال کیا گیا تو فرمایا ہر ایک اعلیٰ خلق میں در آنا اور ہر ایک ادنیٰ خلق سے نکلنا ہے۔[3]

علامہ ابن خلدونؒ اپنے شہرہ آفاق مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"تصوف کے مقاصد اصلیہ یہ ہیں کہ انسان عبادت الٰہیہ میں جان کھپائے اور پوری طرح اللہ کا ہولے۔ دنیا اور دنیا کی لغویات وزخرفات سے بالکلیہ منہ موڑلے اور عام دنیادار جن چیزوں پر مرمٹے پڑے ہیں، یعنی لذات دنیویہ، مال وجاہ سے قطعی کنارہ کش ہو جائے، عبادت کے لیے عزلت و گوشہ نشینی پسند کرے۔"[4]

ان تعریفات سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ سلوک و احسان پاکیزگیٔ اخلاق، باطن کی طہارت اور دنیا سے بے رغبتی کا نام ہے۔ تصوف کے کئی نام ہیں: (۱) علم القلب (۲) علم الاخلاق (۳) احسان و سلوک (۴) تزکیہ و طریقت وغیرہ۔ قرآن و حدیث میں اس کے لیے زیادہ تر "احسان" کا لفظ استعمال ہوا ہے؛ لیکن ان تمام ناموں کا مطلب اور مفہوم ایک ہی ہے۔

تصوف و سلوک شریعت سے الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ یہ شریعت کی روح ہے اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے جسم بغیر روح کے مردہ ولاش تصور کیا جاتا ہے بعینہ اعمال ظاہر یہ بھی بغیر طہارت باطن کے کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ تصوف کے نتیجے میں جہاں انسان کو اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کا عشق نصیب ہوتا ہے وہیں اخلاق واوصاف حمیدہ سے بہرہ مند بھی ہوتا ہے۔

خیال کیا جاتا ہے کہ تصوف و طریقت شریعت سے الگ کوئی چیزیں اور حقیقتیں ہیں جبکہ حقیقتاً یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ اور دونوں کی ایک ہی بنیاد خدا شناسی ہے جسے عام طور پر معرفت کا نام دیا جاتا ہے۔ اصل معیار شریعت ہے اور طریقت وہی ہے جو شریعت کی حدود میں پھلے پھولے۔ اگر شریعت کی حدود سے باہر نکل جائے تو وہ اپنا اعتدال اور موزونیت کھو دیتی ہے نیز اگر طریقت میں کوئی قول وفعل شریعت سے متصادم ہو تو وہ مسترد ہے چنانچہ صاحب سلوک سلیمانی رقم طراز ہیں: "سلوک و طریقت روح شریعت، اعلیٰ دین، جان ایمان اور علم حصول تقوی واحسان کا نام ہے جس کا خاص موضوع اعمال قلب کے احکام ودقائق، تزکیہ باطن اور روحانی حقائق ہیں، یہ امور بھی شریعت کے ظاہری اوامر کی طرح کتاب وسنت سے ثابت، منصوص اور مامور بہا ہیں۔ شریعت کے ظاہری احکام کی پابندی کے بغیر طریقت گمراہی، الحاد اور زندقہ ہے اور طریقت (باطنی شرعی احکام) کو چھوڑ دیا جائے تو شریعت جسد بے روح اور قالب بے جان ہے۔"[5] اسی طرح حضرت ابوالحسن نوری فرماتے ہیں: "جو کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی ایسی حالت کا دعویٰ کرتا ہو جو اس کو حد شرعی سے باہر کر دیتی ہے تو اس کے پاس بھی نہ پھٹکو۔"[6]

اس تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ تصوف کے اہتمام سے انسان باطنی طہارت حاصل کر لیتا ہے بعد ازیں اس کا فریضہ بنتا ہے کہ مخلوق

خداوندی کو بھی ان رذائل سے پاک کرے جن سے وہ خود پاک ہوا ہے۔اور اخلاق حسنہ کا مجسمہ بن کر معاشرہ میں اپنا کردار ادا کرے۔

سلوک واحسان کا قرآنی تصور حدیث مبارکہ کی روشنی میں:

نبی اکرم ﷺ کو جب نبوت سے سرفراز کیا گیا تو چند فرائض بھی من جانب اللہ عائد کیے گئے جن میں سے ایک تزکیہ نفس (جسے حدیث مبارکہ میں احسان کے لفظ سے بیان کیا گیا ہے) کا فریضہ تھا۔ جو بعثت نبوی کا بہت اہم مقصد ہے عہد رسالت وصحابہ میں تزکیہ نفس کا کام بخوبی سرانجام دیا گیا اور صحابہ کرامؓ کی ذات میں اس کے اثرات نمایاں تھے۔ وہ زہد وتقویٰ، خلوص اور سادگی کا نمونہ تھے۔ جو کہ تزکیہ کا لازمی نتیجہ تھا۔ تصوف کا منبع اور سرچشمہ نبی اکرم ﷺ کی ذات ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ تزکیہ نفس بغیر مزکی کے ناممکن ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کے ذمے جو چار فرائض عائد کیے گئے وہ اس آیت مبارکہ میں بیان کیے گئے ہیں:

ربنا وابعث فيهم رسولا منهم يتلو عليهم آياتك ويعلمهم الكتاب والحكمة ويزكيهم ۚ إنك أنت العزيز الحكيم[7]

ترجمہ: "وہی تو ہے جس نے امی لوگوں میں انہیں میں سے ایک پیمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی باتیں سکھاتا ہے درآنحالیکہ یہ لوگ پہلے سے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔"

اس آیت مقدسہ میں نبوت کے دو اہم پہلوؤں کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ ایک پہلو ظاہری ہے جس میں تلاوت آیات اور تعلیم کتاب وحکمت کا ذکر ہے جبکہ دوسرا پہلو باطنی ہے جس میں تزکیہ نفس کا ذکر ملتا ہے۔

اس آیت کے تحت لکھتے ہیں حکیم شاہ محمد اخترؒ لکھتے ہیں:

"نبی علیہ السلام صحابہ کے دلوں کو باطل عقیدوں اور غیر اللہ کے ساتھ دل لگانے سے پاک کرتے ہیں۔ شیخ اور مربی بھی علی سبیل النیابت غیر اللہ سے دل لگانے سے پاک کرتا ہے۔ اصل تزکیہ تو رسول اللہ ﷺ کا ہے مگر نبوت ختم ہو چکی لہذا آپ ﷺ کے سچے نائبین یعنی اولیاء اللہ، مشائخ اور بزرگان دین علی سبیل نیابت قیامت تک یہ فریضہ سرانجام دیتے رہیں گے اور باطل عقیدوں، غیر اللہ سے دلوں کو پاک کرتے رہیں گے۔ خانقاہوں میں یہی کام ہوتا ہے۔[8]

تزکیہ نفس سے جو انسانی دل ودماغ کو جلا ملتی ہے، نادر نکات کا الہام ہوتا ہے اور علوم ومعارف کے در کھلتے ہیں وہ بغیر تطہیر نفس کے ناممکن ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالعزیز دباغؒ کے بارے میں ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے:

"یہ بارہویں صدی کے قائلین شریعت وطریقت میں سے تھے اور باوجود امی ہونے کے ان سے نہایت بلند پایہ اور گرانقدر علوم نبوت منقول ہوئے ہیں۔ ان کو ایسا روشن دل ودماغ عطا ہوا تھا کہ وہ عام احادیث اور احادیث قدسیہ کے درمیان فرق کر لیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ان دونوں کے انوار الگ الگ ہیں، صحیح احادیث کو موضوع احادیث سے الگ کر دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ موضوع میں نور نبوت نہیں ہے، بعض مرتبہ صحیح حدیث میں موضوع حدیث کا کچھ حصہ شامل کر کے دریافت کیا گیا تو فوراً فرمایا کہ اتنی صحیح ہے اور اس قدر اس میں موضوع ہے۔[9]

ایک حدیث مبارکہ تصوف کی بنیاد واساس ہے جو حدیث جبرائیل کے نام سے معروف ہے جو صحاح، سنن، مسانید ومصنفات کے اصحاب نے روایت کی ہے۔اس حدیث کا کچھ حصہ جسے امام مسلمؒ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس میں آتا ہے کہ :

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا:

فاخبرنی عن الاحسان؟ قال:ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تک تراہ فانہ یراک[10]

ترجمہ: مجھے احسان کے بارے میں بتلائیے ؟ تو فرمایا کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہ دیکھ سکو تو (یہ یقین رہے) کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ حقیقت آشکارہ ہو کر سامنے آتی ہے کہ دین اسلام کی بنیاد وارکان تین چیزیں ہیں۔اسلام،ایمان اور احسان،ان تینوں میں سے کسی ایک کے بغیر بھی دین مکمل نہیں ہو سکتا۔علامہ ابن حجر عسقلانیؒ احسان کو تصوف کی اصل اور رکن قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

حدیث مبارکہ کا یہ حصہ (جس میں احسان کا تذکرہ ہے) دین کے اصولوں میں سے ایک اہم اصول ہے اور قواعد مسلمین میں سے ایک بہت اہم قاعدہ ہے۔یہ ایک ایسا اصول ہے جس پر صدیقین کا اعتماد ہے،سالکین راہ طریقت کا ہدف اور مقصد، عارفین کا خزینہ اور صلحاء کا طریقہ ہے۔یہ ان جوامع الکلم میں سے ہے جو نبی کریم ﷺ کو عطا کیے گئے۔[11]

بندہ کے دل میں احسان کی کیفیت پیدا کرنے کا صوفیائے کرام کی زبان میں دوسرا نام تصوف وسلوک ہے۔تصوف دراصل بندہ کے دل میں یہی یقین اور اخلاص پیدا کرتا ہے۔تصوف مذہب سے الگ کوئی چیز نہیں بلکہ مذہب کی روح ہے جس طرح جسم روح کے بغیر مردہ لاش ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت بغیر اخلاص کے بے قدر وقیمت ہے۔تصوف بندہ مؤمن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی محبت پیدا کرتا ہے اور خدا کی محبت بندے کو مجبور کرتی ہے کہ وہ خلق خدا کے ساتھ محبت کرے،کیوں کہ صوفی کی نظر میں خلق خدا، خدا کا عیال ہے اور کسی کے عیال کے ساتھ بھلائی عیالدار کے ساتھ بھلائی شمار ہوتی ہے۔خدا کی ذات کی محبت بندہ کو خدا کی نافرمانی سے روکتی ہے اور بندگان خدا کی محبت بندہ کو ان کے حقوق غصب کرنے سے روکتی ہے۔اس لیے صوفیا حضرات کی زندگی حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پوری طرح ادا کرتے ہوئے گزرتی ہے۔ظاہر ہے جو چیز انسان کو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بنائے اور اس کے بندوں کا خیر خواہ بنائے اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔[12]

ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ :

ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله،واذا فسدت فسدت الجسد کله،الا وهی القلب[13]

ترجمہ: بلاشبہ جسم میں ایک ٹکڑا ہے اگر یہ ٹھیک ہو تو پورا جسم ٹھیک ہے اور اگر یہ فاسد/خراب ہے تو پورا جسم فاسد ہے۔سنو! یہ ٹکڑا دل ہے۔

جتنے بھی اعمال انسان کی ذات سے سرزد ہوتے ہیں خواہ وہ دنیوی ہوں یا دینی دونوں ہی اصلاح قلب پر موقوف ہیں۔دل کی بیماریاں جسمانی

بیماریوں سے زیادہ خطرناک اور پوشیدہ ہوتی ہیں جن کا ادراک کرنا صاحب معرفت کا ہی وطیرہ ہے۔عام انسانی فہم اکثر اوقات ان بیماریوں کی تشخیص میں ہار مان لیتی ہے۔ جیسے بعض اوقات انسان تکبر و غرور کو اپنی انا اور بزدلی وڈرپوکی کو احتیاط سمجھ رہا ہوتا ہے جبکہ حقیقت میں وہ ایک گھناؤنی اور خطرناک بیماری کی دلدل میں پھنس چکا ہوتا ہے۔صالحین طریقت کو باطنی امراض کو پرکھنے میں کسی دقت کا سامنا نہیں ہوتا۔

اخلاقی معاشرہ اور دین اسلام میں اخلاقیات کا مفہوم واہمیت:

تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ مشائخ وصوفیاء نے حسن اخلاق کا مجسمہ بن کر اور نبی ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے اخلاق کریمانہ کے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھال کر عوام الناس کے دلوں پر حکومت کی ہے۔انہی اخلاقیانہ برتاؤ کی وجہ سے انہیں بے پناہ مقبولیت عامہ وتامہ حاصل ہوئی۔انہوں نے انسانیت کے مذہب کو نہیں دیکھا کہ وہ کس مذہب کے پیروکار ہیں بلکہ اس چیز کا استحضار کرتے ہوئے کہ تمام مخلوق خالق کائنات کی تخلیق کا مظہر ہے اس کے ساتھ اخلاقیانہ برتاؤ کیا ہے۔اور خلق ایک ایسی چیز ہے جس کو اپنا لیا جائے تو وہ انسان کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے۔ چنانچہ فیروز اللغات میں اس معنٰی کی تائید ملتی ہے:

اخلاق خلق کی جمع ہے اس کے معنٰی پسندیدہ عادتیں، اچھی خصلتیں، اچھا برتاؤ، کشادہ پیشانی اور خاطر و مدارات کے ہیں۔[14]

امام غزالی رحمہ اللہ اخلاق کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"خلق نفس میں پائی جانے والی وہ ہیئت راسخہ ہے جس کی وجہ سے اعمال سہولت اور آسانی سے ادا ہوتے ہیں۔ غور وفکر کی ضرورت نہیں رہتی اگر وہ ہیئت ایسی ہو کہ اس سے وہ افعال صادر ہوں جو عقلی اور شرعی طور پر پسندیدہ ہیں تو اسے خلق حسن کہا جاتا ہے اور اگر اس سے افعال قبیحہ صادر ہوں تو اسے خلق بد کہا جاتا ہے گویا خلق نفس کی ہیئت اور اس کی باطنی صورت کا نام ہے۔"[15]

اخلاقیات کی اہمیت اور انفرادی طور پر معاشرے میں اس کے اطلاق کے بارے میں کوشش کرنے سے متعلق سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں کہ:

اخلاق سے مقصود باہم بندوں کے حقوق وفرائض کے وہ تعلقات ہیں جن کو ادا کرنا ہر انسان کے لیے مناسب بلکہ ضروری ہے، انسان جب اس دنیا میں آتا ہے تو اس کی ہر شئے سے تھوڑا بہت اس کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے، اسی تعلق کے فرض کو بحسن خوبی سرانجام دینا اخلاق ہے۔اس کے اپنے ماں باپ، اہل وعیال، عزیز و رشتہ دار، دوست واحباب سب سے تعلقات ہیں بلکہ ہر اس انسان کے ساتھ اس کا تعلق ہے جس سے وہ محلہ، وطن، قومیت، جنسیت یا اور کسی نوع کا علاقہ رکھتا ہے بلکہ اس کے آگے بڑھ کر حیوانات تک سے اس کے تعلقات ہیں اور ان تعلقات کے سبب سے اس پر کچھ فرائض عائد ہیں. دنیا کی ساری خوشحالی اور امن وامان اسی اخلاق کی دولت سے ہے، اسی دولت کی کمی کو حکومت و جماعت اپنے طاقت و قوت کے قانون سے اسے پورا کرتی ہے۔اگر انسانی جماعتیں اپنے اخلاقی فرائض کو پوری طرح از خود انجام دیں تو حکومت کے جبری قوانین کی کوئی ضرورت ہی نہ ہو، اس لیے بہترین مذہب وہ ہے جس کا اخلاقی دباؤ اپنے ماننے والوں پر اتنا ہو کہ وہ ان کے قدم کو سیدھے راستے سے بھٹکنے نہ دے، دنیا کے سارے مذہبوں نے کم وبیش اسی کی کوشش کی ہے اور دنیا کے آخری مذہب اسلام نے بھی یہی کیا ہے۔[16]

انسان کی اخلاقی حس اسے اپنے حقوق اور فرائض سے آگاہ کرتی ہے۔ اجتماعی زندگی کا اصل حسن احسان، ایثار، حسن معاملات، اخوت، رواداری اور قربانی سے جنم لیتا ہے۔ جب تک اخلاقی حس عوام وخواص میں باقی رہتی ہے وہ اپنے فرائض کو ذمہ داری سمجھتے ہوئے خوش دلی سے سرانجام دیتے ہیں۔ ایثار، حسن معاملات، اخوت وبھائی چارگی، رواداری جیسے حقوق وفرائض سے آگاہ اور اس پر مجبور کرنے والی چیز اخلاقی حس ہی ہوتی ہے۔ اور جب یہ حس اپنی موت مر جاتی ہے تو پورے معاشرے کو مردہ بنا دیتی ہے۔ جس کے بسبب انسان ایک وحشی جانور سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت کا مقصد اخلاق کی تکمیل قرار دیا گیا ہے! جس پر کلام ربانی یہ کہہ کر تصدیق کے طور پر مہر ثبت کر رہا ہے ۔

انک لعلیٰ خلق عظیم[17]

ترجمہ: بلاشبہ آپ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں۔

تصوف اور اخلاقیات کا باہمی ربط:

تصوف قلبی وروحانی تطہیر وتزکیہ کا نام ہے اور اس کے لیے محنت مجاہدے اور نفس کشی کی ریاضتیں کروائی جاتی ہیں۔ تصوف کا اخلاقی پہلو یہ ہے کہ یہاں ایک فرد کو انفرادی اصلاح کی دعوت دی جاتی ہے۔ یہاں کسی مقدس مذہبی مشن کے لیے لڑنے کے بجائے اپنے نفس سے لڑنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ لیکن جب صوفیوں کو جنگلوں اور غاروں کی طرف رخ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے تو تصوف اور اخلاق کا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے کیوں کہ اخلاقیات تو ایسے انسانی اعمال اور افعال سے بحث کرتا ہے جو معاشرتی زندگی سے تعلق رکھتے ہوں اور رہبانیت کا اخلاق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

معاشرے کی اخلاقی وروحانی اصلاح میں مشائخ تصوف کا کردار:

مشائخ طریقت نے ایک روحانی واخلاقی معاشرے کی داغ بیل ڈالنے میں جو کردار ادا کیا ہے اس سے پہلو تہی اختیار کرنا یقیناً ناسپاسی ہے۔ ہر طبقہ کے افراد کو اپنے اخلاق سے متاثر کیا اور ان کی اصلاح کی فکر کی خواہ وہ اہل اقتدار ہوں یا عوام الناس۔ یوں انہوں نے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کا فریضہ سرانجام دیا۔ صوفیائے کرام معاشرتی، سماجی ومعاشی مسائل کا کایہ پلٹنے میں عام لوگوں سے ہٹ کر ایک انقلابی اور دوررس نتائج رکھنے والی سوچ رکھتے تھے۔ عوام وخواص میں مشہور ومقبول چند مشائخ کا تذکرہ ذیل ہے:

شیخ احمد سرہندی المعروف امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ:

آپ کا نام احمد، والد کا نام عبد الاحد تھا اور اٹھائیس واسطہ سے نسب امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ سے جا ملتا ہے۔ ہندوستان کے علاقہ سرہند میں ولادت باسعادت بروز جمعہ 14 شوال 971ھ کو ہوئی۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت مخدوم عبد الاحد بہت بڑے عالم اور سلسلہ چشتیہ کے صاحب نسبت بزرگ تھے اور حضرت عبد القدوس گنگوہیؒ کے اجل خلفا میں سے تھے حفظ قرآن کے بعد کتب درسیہ اور تصوف کی کتب مثلاً التعرف، عوارف المعارف اور فصوص الحکم وغیرہ بھی اپنے والد گرامی سے پڑھیں۔ 28 صفر 1034ھ سرہند شریف (انڈیا) میں ہی

وفات پائی[18]. اوراس قبہ منورہ میں جو خود آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے خواجہ محمد صادق رحمہ اللہ کے مرقد پر تعمیر فرمایا تھا مدفن ہوئے [19]۔ جو سالکین طریقت اور عوام الناس کے لیے مرجع ہے۔

شیخ احمدؒ نے تمام پہلوہائے زندگی سے متعلق صحیح وغلط کو قرآن وسنت وطریقت کی روشنی میں بیان کیااور بہت سی اہم شخصیات خصوصاامراء و سلاطین کو خطوط لکھے اوراس امر کی طرف متوجہ کیا کہ ان کے کندھوں پر جو بار ذمہ داری ڈالی گئی ہے اس کا حق ادا کرتے ہوئے اپنی اور اپنے ماتحت افراد کی اصلاح کی فکر کریں۔ چنانچہ معاشرے کے ہر طبقہ کی اصلاح کے لیے کتب ورسائل کی تصنیف کیے۔ الغرض شیخ احمدؒ نے جو حکمرانوں کی اصلاح کے لیے کاوشیں کی ہیں وہ تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔

آپ کے بارے میں آتا ہے کہ جب اکبر بادشاہ بددین ہو گیا تھا اور بددینی پر مبنی تعلیمات کو فروغ دیتا تھا اور عوام الناس پر اس کے اثرات بد نمایاں ہوئے تو حضرت مجدد نے ان اثرات بد کے خاتمہ کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی۔ جب بادشاہ اکبر کے دور میں گائے کی قربانی پر پابندی عائد کی گئی تو مسلمانوں نے اس کے خلاف یک جان ہو کر آواز اٹھائی۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی حضرت مجددؒ سے متعلق رقم طراز ہیں:

"ہندوستان کے سب سے بڑے مذہبی عبقری نے اس پابندی یا حوصلہ شکنی کے خلاف آواز اٹھائی اور وزیر اعظم ہند کو لکھا کہ ہندوستان میں گائے کاذبیحہ اسلام کے بڑے شعائر میں سے ہے اور آپ بادشاہ کو قائل کریں کہ وہ اس شعائر اسلام کو نافذ کرے۔ چنانچہ بادشاہ وقت نے ایسا ہی کیا۔ حضرت مجدد الف ثانی جیسے بلند پایہ دینی قائد کے اس طرز عمل سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کا ان امور میں کیا مزاج رہا ہے، انہوں نے تھوڑا سا انحراف بھی اس ترتیب میں گوارا نہیں کیا جو ترتیب شریعت میں پیش نظر تھی[20]

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اکبر اور جہانگیر کے زمانہ کی بدعتوں، گمراہیوں اور الحادی فتنوں کا مقابلہ کیا اور بادشاہ کو تعظیمی سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس لیے قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں لیکن اپنے مقصد پر قائم رہے، آخر کامیاب ہوگئے اور امراو حکمرانوں کو شریعت کی پابندی پر آمادہ کیا۔ اس طرح ایک انقلاب رونما ہوا۔[21]

دین کی بنیاد اور اعمال کی صحت کا دار ومدار عقائد کی درستگی پر ہی ہے۔ جہاں مشائخ کرام نے باطن پر محنت کی وہیں عقائد واعمال کی درستگی کا کام بھی سرانجام دیا۔ چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں عقائد سے متعلق لکھتے ہیں:

"ارباب تکلیف پر پہلے نہایت ضروری ہے کہ علمائے اہل سنت وجماعت شکر اللہ سعیھم کی راؤں کے موافق اپنے عقائد کو درست کریں۔ کیوں کہ عاقبت کی نجات انہی بزرگوں کی بے خطاراؤں کی تابعداری پر موقوف ہے اور فرقہ ناجیہ بھی یہی لوگ اور ان کے تابعدار حضرات ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو آنحضرت ﷺ اور ان کے اصحابؓ کے طریق پر ہیں اور ان علوم سے جو کتاب وسنت سے حاصل ہوئے ہیں وہی معتبر ہیں جو ان بزرگوں نے کتاب وسنت سے اخذ کیے اور سمجھے ہیں. کیوں کہ ہر بدعتی اور گمراہ بھی اپنے عقائد کو اپنے خیال فاسد میں کتاب وسنت سے ہی اخذ کرتا ہے۔ پس ان کے اخذ کردہ معانی میں سے کسی معنی پر اعتبار نہ کرنا چاہیے۔[22]

"انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس (مذہب واخلاقیات کی دائرۃ المعارف) میں تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں ہے کہ ہندوستان میں سترھویں

صدی میں ایک عالم جن کا نام شیخ احمد مجدد تھا جو ناحق قید کر دیے گئے تھے ان کے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے قید خانہ کے ساتھیوں میں سے کئی سوبت پرستوں کو مسلمان بنالیا تھا۔"[23]

ایک بار لاہور کے علمائے کرام نے سود کے جائز ہونے کا فتویٰ جاری کیا تو حضرت مجددؒ نے ان دلائل کی رد کیا اور اس امر کی طرف متوجہ کیا کہ علمائے کرام کو چاہیے کہ ان غلطیوں کی اصلاح کریں جن سے اسلام کی شکل وصورت بگڑ رہی ہے چنانچہ مکتوبات میں لکھا ہے:

"لاہور کے مفتیوں نے احتیاج وضرورت کو سبب قرار دے کر حلال ہونے کا حکم دیا ہے۔احتیاج وضرورت کا دامن بڑا فراخ ہے۔اگر فراخ کریں گے تو کوئی چیز بھی سود نہیں رہے گی اور سود کے حرام ہونے کے بارے میں نص قطعی کا حکم بے فائدہ اور عبث ہو جائے گا۔"[24]

آپ نے روحانی نسبت سے جن حضرات کو نوازا اور انہوں نے مختلف علاقوں میں جا کر تزکیہ نفوس کا فریضہ سرانجام دیا ان میں آپ کے صاحبزادے "خواجہ محمد صادقؒ،خواجہ محمد سعیدؒ،خواجہ محمد معصومؒ،میر محمد نعمان کشمیؒ،مولانا محمد ہاشم کشمیؒ،خواجہ سید آدم بنوریؒ،شیخ طاہر لاہوریؒ،شیخ بدیع الدین سہارنپوریؒ،شیخ نور محمد پٹنیؒ،شیخ حمید بنگالیؒ،شیخ مزملؒ،شیخ طاہر بدخشیؒ،،مولانا یوسف سمرقندیؒ،مولانا احمد برکیؒ،مولانا محمد صالح کولابیؒ،مولانا محمد صدیق کشمیؒ،شیخ عبد الحییؒ،یار محمد القدیم الطالقانیؒ،مولانا قاسم علی،شیخ حسن برکیؒ،شیخ عبد الہادی فاروقیؒ،شیخ یوسف برکیؒ،سید محب اللہ مانکپوریؒ،حاجی خضر افغانؒ،شیخ احمد دیوبندیؒ،بابا حسن ابدالیؒ،مولانا عبد الواحد لاہوری،مولانا امان اللہ لاہوریؒ شامل ہیں۔"[25]

ایک صاحب نظر عالم مولوی عبد الاحد صاحب لکھتے ہیں:

حضرت سید صاحب کے ہاتھ پر چالیس ہزار سے زائد ہندو وغیرہ کفار مسلمان ہوئے اور تیس لاکھ مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور جو سلسلہ بیعت آپ کے خلفاء اور خلفاء کے خلفاء کے ذریعے روئے زمین پر جاری ہے،اس سلسلہ میں کروڑوں آدمی آپ کی بیعت میں داخل ہیں۔[26]

حضرت امام ربانی کی تصانیف و رسائل میں اثبات النبوۃ،رد روافض،رسالہ تہلیلیہ،شرح رباعیات،معارف لدنیہ،مبداو معاد،مکاشفات عینیہ،مکتوبات امام ربانی شامل ہیں۔[27]

جس وقت پوری دنیا کفر وضلالت اور بدعات کی زد میں جاں بلب تھی اس وقت گمراہی کے ان مہیب سایوں،بدعات وتوہمات کے اندھیروں میں صرف ایک روشنی کی کرن مشائخ اور اولیاء کی تعلیمات کی صورت میں امت مسلمہ کے لیے ہدایت کی کرن ثابت ہوئی۔اسی سلسلہ کی ایک کڑی خواجہ مجدد الف ثانیؒ ہیں۔صالحین کی جماعت تیار کر کے مختلف علاقوں میں ان کی تشکیل کا مقصد محض افراد معاشرہ کی روحانی و اخلاقی اصلاح تھی اور آج تک ان کا یہ فیض جاری وساری ہے۔

شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ:

آپ کا نام عبد القادر ہے۔آپ کی ولادت باسعادت جیلان میں ماہ رمضان کی پہلی شب کو 470ھ یا 471ھ کو ہوئی۔بعض مؤرخین کی رائے

ہے کہ جیل دریائے دجلہ کے کنارے ایک موضع کا نام ہے بغداد سے واسط کی طرف جاتے ہوئے ایک دن کی مسافت پر واقع ہے اور ایک روایت کے مطابق مداین کے نزدیک ایک موضع کا نام جیل ہے۔ان دو موضعوں کی نسبت سے آپ کو جیلانی اور گیلانی کہا جاتا ہے۔آپ کا لقب محیی الدین ہے۔اٹھارہ برس کی عمر میں جیلان سے بغداد تشریف لائے اور تحصیل علم میں مشغول ہوگئے۔آپ کی تاریخ وفات سے متعلق متعدد اقوال مروی ہیں۔ایک روایت کے مطابق 7 یا 8 ربیع الثانی 561ھ کو ہوئی،دوسری روایت میں 11 ربیع الثانی اور بعض روایات میں 13 اور 17 ربیع الثانی بھی مذکور ہے لیکن راجح قول 9 ربیع الثانی کا ہے۔آپ کا مزار بغداد شہر کے مدرسہ باب الازخ میں ہے۔[28]
آپ کی مکمل زندگی سراپا تقویٰ تھی۔ایک ایک لمحہ کتاب وسنت کی اتباع میں گزارا۔آپ کے شب وروز ،لباس،وعظ ونصیحت الغرض تمام شعبہ ہائے زندگی اتباع شریعت سے معمور تھے،وعظ ونصیحت کی مجالس میں اسلام قبول کرنے والوں اور بداعمالیوں سے توبہ کرنے والوں کا تانتا بندھ جاتا تھا۔لاکھوں نفوس (جن میں انس وجن شامل ہیں) نے آپ سے کسب وفیض کیا۔آپ صرف وعظ ونصیحت اور ترغیب وترہیب ہی نہیں کرتے تھے بلکہ بڑی جرأت اور بہادری کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بھی سرانجام دیتے تھے۔چنانچہ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ خلفاوزارا، سلاطین ، قضاۃ اور خواص وعوام سب کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر فرماتے اور بڑی صفائی اور جرأت کے ساتھ ان کو بھرے مجمعے میں اور بر سر منبر علی الاعلان ٹوک دیتے تھے اور جو خلیفہ کسی ظالم کو حاکم و گورنر بناتا اس پر اعتراض کرتے اور اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی آپ کو پرواہ نہ ہوتی۔[29]

تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھیں تو وہ اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے معاشرہ کی اصلاح میں بنیادی حیثیت کے حامل ''تزکیہ نفس'' کو فروغ دیا۔آپ کی ذات مبارکہ کے فیوضات وتعلیمات کی روشنی میں نہ صرف تصوف کو عرب وعجم میں بے مثال تقویت ووسعت ملی بلکہ اصلاح معاشرہ وانسانیت کے دائرہ نفوذ کو ایسی فقید المثال توسیع دی کہ تاریخ بھی ان کے کارناموں پر فخر کرتی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیوض وانوار کی وجہ سے ایسے نفوس قدسیہ میدان عمل آئے جنہوں نے آپ کی تعلیمات کی روشنی میں اصلاح معاشرہ کو اپنا مطمع نظر بنایا۔

آپ کی تعلیمات نمایاں پہلو رحمت خداوندی کی امید دلانا،کتاب وسنت کی پیروی، تعلق باللہ،توکل،مخلوق سے بے نیازی،دنیا کی صحیح حقیقت،ذکر خدااور بالخصوص نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی سے نسبت استوار کرنا ہے۔آپ ﷺ کے اخلاق وعادات انک لعلی خلق عظیم کا نمونہ اور مصداق ہیں۔آپ اتنے عالی مرتبت، جلیل القدر، وسیع العلم ہونے اور شان وشوکت کے باوجود ضعیفوں میں بیٹھتے، فقیروں کے ساتھ تواضع سے پیش آتے، بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت فرماتے، سلام کرنے میں پہل کرتے اور طالب علموں اور مہمانوں کے ساتھ کافی دیر بیٹھتے،ان کی لغزشوں اور گستاخیوں سے درگزر فرماتے۔اگر آپ کے سامنے کوئی جھوٹی قسم بھی کھاتا تو آپ اس کا یقین فرمالیتے اور اپنے علم کشف کو ظاہر نہ کرتے۔آپ کبھی نافرمانوں، سرکشوں، ظالموں اور مالداروں کے لیے کھڑے نہ ہوتے،نہ کبھی وزیر یا حاکم کے

دروازے پر جاتے۔ مشائخ وقت میں سے کوئی بھی حسن خلق، وسعت قلب، کرم نفس، مہربانی اور عہد کی نگہداشت میں آپ کی برابری نہیں کر سکتا تھا۔[30]

عوام الناس کی حاجات کو پورا کرنا، از خود اخلاق کی تصویر بن کر معاشرے کی اصلاح کرنا یہی چیز مشائخ تصوف کا طرہ امتیاز رہی ہے اور اس کے نتیجے میں عوام پر اثرات بہت جلد طاری ہوتے تھے۔ یہی تو وجہ تھی کہ آپ کو دیکھنے والے آپ کے حسن اخلاق، علو حوصلہ، تواضع و انکساری، اور اعلیٰ اخلاقی اوصاف کی تعریف میں رطب اللسان رہتے تھے۔ چنانچہ آپ کے محامد واخلاق کے بارے میں آتا ہے کہ:

آپ حد درجہ متواضع اور منکسر المزاج تھے ایک بچہ اور ایک لڑکی بھی بات کرنے لگتی تو کھڑے ہو کر سنتے اور اس کا کام کرتے، غریبوں اور فقرا کے ساتھ بیٹھتے اور ان کے کپڑوں کو صاف کرتے، لیکن اس کے برخلاف کسی معزز آدمی اور ارکان سلطنت کی تعظیم میں کھڑے نہ ہوتے۔ خلیفہ کی آمد ہوتی تو قصداً دولت خانہ میں تشریف لے جاتے یہاں تک کہ خلیفہ آکر بیٹھ جاتا پھر آپ تشریف لاتے تاکہ تعظیماً کھڑا نہ ہونا پڑے۔ کبھی کسی وزیر یا سلطان کے دروازے پہ نہیں گئے۔[31]

آپ کی تصانیف میں غنیۃ الطالبین، فتوح الغیب مشہور کتابیں ہیں[32]۔

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ:

آپ 14 رجب 536ھ پیر کے دن قصبہ سجستان میں پیدا ہوئے۔[33] آپ کا نام معین الدین اور لقب خواجہ بزرگ، خواجہ خواجگان، نائب الرسول فی الہند ہے، والد کا نام سید حسن ہے۔ علوم ظاہری چھوٹی عمر میں حاصل کر لیے اور تلاش حق میں گھر سے نکلے۔ قصبہ ہارون میں حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کے دست مبارک پر بیعت کی اور متعدد بزرگوں سے فیض پایا۔ اس کے بعد ہندوستان کے علاقہ اجمیر شریف کو مرکز بنا کر اس ملک کو نور اسلام سے منور فرمایا۔ آپ کا وصال 6 رجب 633ھ کو ہوا۔ مزار مبارک اجمیر شریف (ہندوستان) میں مرجع الخلائق ہے۔[34]

خواجہ معین الدین چشتیؒ نے ہندوستان تشریف لا کر ایک روحانی وسماجی انقلاب برپا کیا۔ اس وقت بھی ہندوانہ عقائد میں چھوت چھات کا نظریہ عام تھا اس کے مقابل حضرت نے نظریہ توحید پیش کیا اور یہ باور کروایا کہ اس نظریہ کو مان لینے کے بعد تمام تفریقات بے معنیٰ و بے وقعت رہ جاتی ہیں۔ باطنی نگاہ کی وہ قوت حاصل تھی جس سے لوگوں کے قلوب متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے تھے چنانچہ حضرت کے بارے میں آتا ہے کہ:

شیخ معین الدین کی نظر جس فاسق پر پڑ جاتی وہ تائب ہو جاتا اور پھر کبھی گناہ کے پاس تک نہ جاتا۔[35]

حضرت خواجہؒ نے اپنے مریدین صالحین کو ہدایت کی شمعیں روشن کرنے کے لیے ہندوستان کے مختلف علاقوں کی طرف روانہ فرمایا اور خود اخلاق حسنہ کا مجسمہ بن کر غیر مسلموں کو اپنا گرویدہ بنا لیا اور یوں لوگ فوج در فوج اسلام قبول کرنے لگے۔ یہ حضرت کی جدوجہد تھی کہ کفر وشرک، اور گمراہی میں ڈوبی ہوئی اس ملک کی خلقت کو اس سے آزاد کروایا۔ لاکھوں لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے اپنے

عقائد اور اعمال اور اخلاق کی اصلاح کی اور یوں اصلاح معاشرہ کی تحریک نے زور پکڑا۔

خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے احوال میں لکھا ہے کہ ایک روایت کے مطابق تقریبا نوے لاکھ لوگ آپ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔[36]

مشائخ نے لوگوں کی اصلاح اور غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت ایک خاص طریقہ سے دی ہے جسے حکیمانہ طریقہ کہا جاسکتا ہے یہی وجہ تھی کہ غیر مسلموں سے زیادہ مخالفت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ حضرت خواجہؒ بھی انہیں شخصیات میں سے ایک ہیں چنانچہ سفینۃ الاولیاء میں مرقوم ہے:

آپ کے قدوم کی برکت سے سینکڑوں مشرکین اور کفار کو دولت اسلام ملی۔ اور جو لوگ اسلام نہیں لائے وہ بھی حضرت سے خوش عقیدگی رکھتے تھے۔ آپ کی خدمت میں تحفے تحائف بھیجتے تھے اور آج تک قرب و جوار کے کفار و مشرکین ان کی زیارت کے لیے حاضری دیتے ہیں۔[37]

مشائخ کرام نے صرف اخلاق حسنہ کی قولی ترغیب نہیں دی بلکہ خود اس پر عمل پیرا ہو کر عملی نمونہ پیش کیا ہے چنانچہ خدمت خلق اور غریبوں کی دلداری سے متعلق ایک واقعہ ہے کہ:

ایک روز اجمیر کے ایک کاشتکار نے حضرت سے فریاد کی کہ میرے کھیت یہاں کے حاکم نے ضبط کر لیے ہیں ۔ وہ کہتا ہے کہ جب تک فرمان شاہی پیش نہ کرو گے کھیت واپس نہیں ملیں گے۔ امداد کا خواست گار ہوں ، انہی کھیتوں پر میری معاش کا دارومدار ہے۔ حضرت نے کچھ دیر تامل کے بعد فرمایا ہاں! میری سفارش سے تیرا کام ہو جائے گا مگر اللہ تعالی نے مجھے تیرے اس کام کے لیے مامور فرمادیا ہے چل تو میرے ساتھ چل۔ آپ اسی وقت اس کاشتکار کو ہمراہ لے کر دہلی روانہ ہوگئے۔[38]

خواجہ معین الدین چشتیؒ کی خلافت کا دائرہ صرف انسانوں تک محدود نہ تھا بلکہ جنات بھی روحانی نسبت سے فیض یاب ہوئے۔ شبیر حسن چشتی نظامی نے اکہتر خلفاء کا تذکرہ کیا ہے جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

"خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، حضرت احمد خان درانیؒ، خواجہ محیی الدینؒ، شیخ وجیہہ الدینؒ، خواجہ حسن خیاطؒ، شیخ زاہد ترکؒ، حضرت شہاب ولیؒ، حضرت سلطان مسعود غازی، نظام الدین خاں ترکؒ۔ حضرت خواجہ معین الدینؒ کے مکتوبات میں مذکور ہے کہ 15 جنات حضرت کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے تھے وہ بھی صاحب اجازت ہوئے، 31 جنات کو ماہ رمضان میں دو سال کے وقفے کے ساتھ اجازت و خلافت دی گئی اور حضرت کے وصال کے بعد 351 جن مسلمان ہو کر سلسلہ چشتیہ میں داخل ہوئے۔"[39]

خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ:

آپ کا نام محمد بن احمد بن دانیال بدایونی ہے۔ ولادت باسعادت قصبہ بدایوں میں 27 صفر 636ھ کو ہوئی۔[40] شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کے مرید اور خلیفہ تھے اور ہندوستان کے کبار مشائخ میں شمار ہوتا ہے۔ ہر شخص آپ کے احترام واکرام کو اپنے اوپر لازم سمجھتا تھا۔ دارالسلطنت دہلی میں آپ کی مستقل سکونت تھی اور وہیں آپ مریدین کی تعلیم و تربیت میں مشغول رہتے تھے۔ ہدایت کی روشنی سے عالم کو فیض یاب کرتا ہوا یہ

چراغ 18 ربیع الثانی 725ھ کو ہمیشہ کے لیے گل ہو گیا۔ نماز جنازہ شیخ رکن الدین ابو الفتح بن صدر الدین عارفؒ نے پڑھائی اور فرمایا کہ میں ملتان سے صرف نماز جنازہ پڑھانے کے لیے ہی آیا تھا۔ آپ کا مزار اقدس نئی دہلی میں واقع ہے جہاں سینکڑوں لوگ زیارت کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔[41]

مشائخ نے ہمیشہ اخلاق نبوی ﷺ کو اپنایا ہے اور اس کا کامل نمونہ بن کر ترغیب دی ہے۔ چنانچہ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے حسن سلوک سے متعلق ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرتؒ مریدین اور خلفاء کے ہمراہ ایک محفل میں موجود تھے۔ اچانک ایک فقیر آیا اور آپؒ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ آپ اس کی بات سن کر خاموش رہے۔ جب وہ برا بھلا کہہ کر خاموش ہو گیا تو آپ نے اس کو تحفے تحائف دے کر رخصت فرمایا۔ حاضرین مجلس نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ بہت سے لوگ میرے لیے نذرانے اور تحائف لے کر آتے ہیں تو کوئی تو ایسا ہونا چاہیے جو ان کا بدلہ بھی دے۔[42]

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ ہندوستان کے دار الخلافہ دہلی میں مسند ہدایت پر جلوہ افروز رہے اور بے چین دلوں کی سکینت کا مرکز بنے رہے۔ دور دراز کے علاقوں سے لاکھوں کی تعداد میں غیر مسلم حضرتؒ کی خدمت میں زیارت کے لیے محض خوش اعتقادی کی وجہ سے حاضر ہوتے تھے اور زیادہ تر لوگ مسلمان ہو جاتے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

بابا فرید گنج شکرؒ نے ان کے لیے دعا کی تھی کہ تو ایک ایسا درخت ہو جس کے سایہ میں ایک خلق کثیر آسائش و راحت سے رہے۔ تقریباً 50 سال تک انسانی دلوں نے اس طرح ان کی خانقاہ میں راحت و سکون حاصل کیا جیسے کوئی تھکا ہارا مسافر، تمازت آفتاب سے خستہ جان، ٹھنڈے اور سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ کر فرحت و اطمینان کا سانس لیتا ہے۔ حضرت کی خانقاہ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ امیر و غریب، عارف و عامی، شہری اور دیہاتی، بوڑھے اور بچے سب ہی ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔[43]

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے احوال سے متعلق دلائل الخیرات میں لکھا ہے کہ حضرت کی برکت سے عوام کا رجحان دینداری کی طرف بہت ہو گیا تھا۔ حضرت کے اکثر مرید دو تہائی یا تین چوتھائی رات تمام سال قیام اللیل میں گزارتے۔ عام لوگوں کی زبان پر بھی شراب، فسق و فجور، قمار بازی اور فحش حرکات کا ذکر تک نہیں آتا تھا۔ دکانداروں میں جھوٹ، کم تولنا، مکاری و دغا، دھوکہ دہی اور نادانوں کا روپیہ مار لینا سب قطعی ختم ہو گئے تھے۔ انہوں نے سلطانی دربار سے وابستہ امراء، دوسرے ملازمین کی تربیت پر خصوصی توجہ دی جس کی وجہ سے یہ لوگ چاشت اور اشراق کی نمازیں ادا کرتے تھے۔ ایام بیض اور عشرہ ذی الحجہ کے روزے رکھتے تھے۔[44]

آپ کے خلفاء (جن کی اصلاح فرما کر نسبت کو منتقل کیا اور مختلف علاقوں کی طرف روانہ کیا) کی ایک طویل فہرست ہے جن میں سے چند نامور خلفاء یہ ہیں: خواجہ نصیر الدین محمودؒ، شیخ قطب الدین منورؒ، خواجہ سید حسین کرمانیؒ، قاضی محی الدین کاشانیؒ، حضرت امیر خسروؒ، خواجہ شمس الدینؒ اور مولانا حسام الدین ملتانیؒ۔ آپ کی تصانیف میں فوائد الفوائد، سیر الاولیاء وغیرہ شامل ہیں۔[45]

خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمہ اللہ:

آپ کا نام شیخ بہاؤالدین زکریا ہے۔آپ کے والد کا نام مولانا وجیہہ الدین محمد غوث ہے۔565ھ میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم و تربیت سے فارغ ہونے کے بعد حصول علم کے لیے مختلف ملکوں کا سفر کیا پھر بغداد تشریف لے گئے اور سلسلہ سہر وردیہ کے شیخ شہاب الدین سہر وردیؒ کے دست حق پر بیعت کی اور ان سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔بعد ازیں شیخ کے حکم پر ملتان تشریف لائے اور ہزاروں لوگوں نے حضرت سے کسب فیض کیا۔چھیانوے برس کی عمر میں 661ھ میں رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔مزار ملتان میں واقع ہے جو آج بھی مرجع گاہ خلائق خاص و عام ہے۔[46]

حضرت بہاؤالدین زکریاؒ نے چہار دانگ عالم میں دعوت حق کو پہنچانے کے لیے مبلغین کو تیار کیا اور انہیں مختلف علاقوں کی طرف روانہ کیا۔اخلاق حسنہ کے یہ مجسمے جہاں کہیں بھی جاتے مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں تک کو اپنا گرویدہ بنا لیتے تھے۔

حضرت کی خدمت میں ہر قسم کے لوگ علما، فقہا، زہاد فقرا، مشائخ اور مجذوب حاضر خدمت ہو کر فیوض حاصل کرتے۔آپ نے واعظین اور مبلغین کرام کی جماعتیں ترتیب دے کر ایک پروگرام کے تحت، سندھ، کشمیر اور افغانی قبائل میں بھیجیں۔حضرت کی آمد سے پیشتر سلطان سخی سرور سہر وردیؒ کی تبلیغی جماعتیں بھی مصروف کار تھیں مگر ان میں سستی اور بے راہ روی پیدا ہو گئی تھی حضرت نے ان کی سرپرستی قبول فرمائی۔دس دس میلوں کے فاصلے پر ان کی قیام گاہیں مقرر ہوئیں جہاں سر سبز و شاداب گھنے درختوں کے سائے تلے کئی کئی دن وعظ و نصیحت کی مجالس گرم رہتی تھیں. گرمیوں میں سرحد، کشمیر، افغانستان، بخارا اور نیشا پور کی طرف دورہ ہوتا اور سردیوں میں پنجاب، سندھ، راجپوتانہ میں اپنے خلفا اور احباب کے ہمراہ سفر کرتے تھے[47]

حضرت بابا فرید گنج شکرؒ حضرت بہاؤالدین زکریا رحمہ اللہ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرتؒ نے فرمایا: جو شخص تصوف کی دنیا میں داخل ہونے کا آرزومند ہو اسے چاہیے کہ سب سے پہلے توبہ کرے اور اپنے دل کو عادات ذمیمہ سے پاک کرے۔حضرت شیخ الشیوخ سہر وردیؒ کے قول کے مطابق وہ عادات ذمیمہ یہ ہیں، غل، غش، حقد، حسد، حرص، کبر، بغض، ریا اور غضب۔[48]

آپ کے خلفا میں دو حضرات کا نام سرفہرست ملتا ہے (۱) شیخ صدر الدین عارفؒ: یہ حضرت کے فرزند اکبر بھی تھے اور خلیفہ اکبر بھی تھے (۲) حضرت سید جلال الدین سرخ بخاریؒ۔[49]

نتیجہ بحث:

کوئی حقیقت پسند انسان خواہ وہ مؤرخ ہو یا مصنف، اشاعت دین اور معاشرے کی اصلاح کے لیے اولیائے امت کے کردار کو فراموش نہیں کر سکتا، ہر دور، ہر زمانہ اور تاریخ ان کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی رہی ہے۔ہماری اخلاقی ترقی ان بزرگان دین کی تعلیم اور ان کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے میں مضمر ہے۔مشائخ حقہ نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے کا بیڑا اٹھایا اور ان کی تربیت کر کے معاشرے کا بہترین فرد بنایا اور ان کے توسط سے لاکھوں افراد اصلاح یافتہ قرار پائے اور پھر انہوں نے معاشرے کی اصلاح میں اپنا کردار ادا کیا یوں یہ سلسلہ آج تک

جاری وساری ہے۔ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر نہ صرف آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا بھی سنواری جاسکتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم بھی ان جیسا کردار اپنا کر دنیا وآخرت میں سرخرو ٹھہریں۔

حوالہ جات

[1] سید علی ہجویری، گنج مطلوب، اردو ترجمہ کشف المحجوب (مترجم عبدالحمید) ناشران قرآن، لاہور، پاکستان، ص:83

[2] ایضا، ص:90-89

[3] شہاب الدین سہروردی، عمر بن محمد عبداللہ، عوارف المعارف، مترجم مولانا ابوالحسن، ادارہ اسلامیات، لاہور، پاکستان، ص:71

[4] ابن خلدون، عبدالرحمن، مقدمہ، مترجم: سعد حسن خان، میر محمد کتب خانہ، کراچی، پاکستان، ص:446

[5] محمد اشرف خان، پروفیسر، سلوک سلیمانی، سلیمان اکادمی، پشاور، پاکستان، ج:1، ص:78

[6] مسیح اللہ، مسیح الامت، شریعت وتصوف، ادارہ تالیفات اشرفیہ، لاہور، پاکستان، ص:21

[7] البقرۃ2:129

[8] شاہ حکیم محمد اختر، خزائن القرآن، کتب خانہ مظہری، کراچی، پاکستان، ص:63،64

[9] احمد رضا بجنوری، انوار الباری، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، پاکستان، اشاعت:1427ھ، ج:3،4، ص:34

[10] قشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب السوال عن ارکان الاسلام، ح:103

بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب سوال جبرئیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان والاسلام والاحسان وعلم الساعۃ، ح:50

[11] العسقلانی، احمد بن علی بن حجر، ابوالفضل، فتح الباری، بیروت، دار المعرفۃ، ج:1، ص:120

[12] چشتی، یوسف سلیم، پروفیسر، تاریخ تصوف، دار الکتاب، لاہور، پاکستان، سن اشاعت:2099، ص:144

[13] قزوینی، محمد بن یزید، ابن ماجہ کتاب الفتن، باب الوقوف عند الشبہات، ح:3984

[14] فیروز الدین، فیروز اللغات، فیروز سنز، لاہور، پاکستان، ص:76

[15] غزالی، محمد بن محمد، ابو حامد، امام، احیاء العلوم، مترجم مولانا محمد صدیق ہزاروی، پروگریسو بکس، لاہور، پاکستان، ص:124

[16] ندوی، سید سلیمان، سیرت النبی، ادارہ اسلامیات، اشاعت:1423ھ، ج:6، ص:283

[17] القلم4:68

[18] نعمانی، محمد منظور، تذکرۂ امام ربانی، مکتبہ سراجیہ، ڈیرہ اسماعیل خان، پاکستان، ص:285،224،221

[19] نور بخش توکلی، تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، مشتاق بک کارنر، لاہور، پاکستان، ص:305

[20] محمود احمد غازی، ڈاکٹر، محاضرات شریعت، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور، پاکستان، ص:495

[21] عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، پاکستان، ص:33،32

[22] مجدد الف ثانی۔ شیخ احمد سرہندی، مکتوبات امام ربانی، مترجم: سعید احمد، مدینہ پبلیکیشنز، کراچی، پاکستان ج1، م:193، ص:433

[23] محمد منظور نعمانی، تذکرہ امام ربانی، ص:309

[24] شیخ احمد سرہندی، مکتوبات امام ربانی، م102، ص:289

[25] محمد منظور نعمانی، تذکرہ امام ربانی، ص:351-311

[26] ابوالحسن ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنو، انڈیا، ص:398

[27] ابوالحسن ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، ص:402-400

[28] شہزادہ دارشکوہ، سفینۃ الاولیاء، 69-84

[29] ابوالحسن ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، ص:216، بحوالہ البدایہ والنھایہ

[30] دہلوی، شیخ عبدالحق محدث، اخبار الاخیار، مترجم محمد عبدالاحد قادری، ممتاز اکیڈمی، لاہور، پاکستان، ص:48

[31] ابوالحسن ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، ص199، 198

[32] شہزادہ دارشکوہ، سفینۃ الاولیاء، ص:74

[33] قدوسی، شیخ محمد اکرم، اقتباس الانوار، مترجم (مولانا واحد بخش) الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور، پاکستان، ص:345

[34] افتخار احمد، پروفیسر، تذکرہ خواجگان تونسوی، چشتیہ اکادمی، فیصل آباد، پاکستان، سن اشاعت:1985، ص:49

[35] نظامی، خلیق احمد، تاریخ مشائخ چشت، مشتاق بک کارنر، لاہور، پاکستان، ص:169

[36] طارق حبیب، حضرت خواجہ غلام نظام الدین اولیاء کا خانقاہی پس منظر، سہ ماہی شبیہ، حضرت خواجہ غلام نظام الدین معظم آبادی نمبر، خوشاب، ج:6، ش:27-21، جنوری1997 تا ستمبر1998، ص:14

[37] شہزادہ دارشکوہ، سفینۃ الاولیاء، مترجم: محمد علی لطفی، اشاعت:1986 نفیس اکیڈمی، کراچی، پاکستان، ص:128

[38] نظامی، شبیر حسن، سیرت طیبہ خواجہ معین الدین چشتیؒ، اشاعت:2004، اکبر بک سیلر، لاہور، پاکستان، ص:94

[39] نظامی، شبیر حسن، سیرت طیبہ خواجہ معین الدین چشتیؒ، ص:106-102

[40] محمد حسیب قادری، سیرت خواجہ نظام الدین اولیاء، اکبر بک سیلرز، لاہور، پاکستان، ص:17

[41] شہزادہ دارشکوہ، سفینۃ الاولیاء، ص:134، 133

[42] محمد حسیب قادری، سیرت خواجہ نظام الدین اولیاء، ص:107

[43] نظامی، خلیق احمد، تاریخ مشائخ چشت، ص:193

[44] ابن تیمیہ، مجموعہ وظائف مع دلائل الخیرات، مترجم: پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، بھیرہ، پاکستان، سن اشاعت1985ء، ص104، 103

[45] محمد حسیب قادری، سیرت خواجہ نظام الدین اولیاء، ص:160-155

[46] محمد حسیب قادری، سیرت بہاؤالدین زکریا، اکبر بک سیلرز، لاہور، پاکستان، 8، 7

[47] خاور سہروردی، یادگار سہروردیہ، سن اشاعت: ستمبر1999، ص:144

[48] خاور سہروردی، یادگار سہروردیہ، ص:146

[49] محمد حسیب قادری، سیرت بہاؤالدین زکریا، ص:149، 136

References

(1) Syed Ali Hajweri,Gunj matloob,Urdu tarjuma Kashf ul mahjoob(mutarjim:Abdul hameed) Nasheeran e quran,Lahore,Pakistan,P:83
(2) Same,P:89-90
(3) Shahab Ud Din Suharwardi,umer bin Muhammad Abdullah,Awarif Ul Maarif (Mutarjim:Mulana Abu ul Hasan,idara islamiat,lahore,pakistan,P:71
(4) Ibn e Khuldoon,Abdul Rehman,Muqaddama,Mutarjim:Saad Hassan Khan,Meer Muhammad Kutab Khana,Karachi,Pakistan,P:446
(5) Muhammad Ashraf Khan,Professor,Sulook e Sulemani,Suleman acedmy, Pishawar, Pakistan, Vol:1, P:78
(6) Maseeh Ullah,Maseehul Ummat,Shariyat o Tasswwuf,Idara Taleefat E Asharfia, Lahore, Pakistan, P:21
(7) Al Baqarah2:129
(8) Shah Hakeem Muhammad Akhtar,Khazain Ul Quran,Kutab Khana Mazhari, Karachi, Pakistan, P:63,64
(9) Ahmad Raza Bajnori,Anwar Ul Bari,Idara Taleefat E Asharfia,Multan,Pakistan,1427 Hijri, Vol:3, 4, P:34
(10) Qasheeri,Muslim Bin Hajjaj,Aljam e Al sahih,kitab Ul Emaan,Bab Ul Sawal an arkan il islam,Hadith :103 Bukhari, Muhammad Bin Ismaiel,Aljam e Al sahih,kitab Ul Emaan,Bab Ul Sawal Jibraeil il Nabi S.A.W an il Emaan wal Islam wal Ehsaan w ilm ussa'ah,Hadith:50
(11) Al Asqalani,Ahmad bin ali bin Hajar,Abo ul Fazal,Fath ul Bari,Bairoot,Dar Ul Marifa,Vol:1,P:120
(12) Chishti,Yousaf Saleem,Profeesor,Tareekh e taswwuf,Darul kitab,Lahore,Pakistan,2009,P:144
(13) Qazwaini,Muhammad bin Yazeed,Ibn e maajah,Kitab Ul Fitan,bab ul waqoof indash-shubhaat,Hadith:3984
(14) Fairuz ud din,Fairuz ul lughat,fairuz sons,lahore,Pakistan,P:76
(15) Ghazali,Muhammad bin muhammad,Abo Hamid.,Imam,Ahya Ul Uloom,(Mutarjim:Mulana Muhammad Siddiq Hazarvi),Prograssive books,Lahore,Pakistan,P:124
(16) Nadvi,syed Suleman,Seerat Un Nabi,Idara Islamiat,1423 Hijri.Vol:6,P:283
(17) Alqalam68:4
(18) Numani,Muhammad Manzoor,Tazkira e imam rabbani,Maktaba Sirajia,D.I Khan. Pakistan, P:221, 224, 285
(19) Noor Bakhsh Tawwakali,Tazkira Mashaykh e naqshbandia,Mushtaq book corner, Lahore, Pakistan, P:305
(20) Mahmood Ahmad Ghazi,Dr,Muhazrat E Shariat,Al Faisal Nashiran w tajiran e kutab, Lahore, Pakistan, P:495
(21) Abdul Majeed Sindhi.Dr,Pakistan Maen Sufiyana Tahreekain,Sang e meel publications, Lahore, Pakistan, P:32,33
(22) Mujaddid Alf e sani,Shykh Ahmad Sarhindi,Maktoobat e imam rabbani,(Mutarjim:Saeed Ahmad),Medina Publications,Karachi,Pakistan,Vol:1,Maktoob:193,P:433
(23) Muhammad Manzoor Naumani,Tazkira e imam rabbani,P:309
(24) Sheikh Ahmad Sarhindi,Maktoobat e imam rabbani,Maktoob:102,P:289
(25) Muhammad Manzoor Naumani,Tazkira e imam rabbani,P:311-351
(26) Abu al Hasan Nadvi,Tareekh Dawat o azeemat,ajlis Tahqeeqat o nashriyat islam, Lakhnaw, India,P:398
(27) Abu al Hasan Nadvi,Tareekh Dawat o azeemat,P:400-402
(28) Shahzada,Dar e Shakuh,Safinat ul aulya,P:69-84
(29) Abu al Hasan Nadvi,Tareekh Dawat o azeemat,Ba Hawala Al bidaya wannihaya,P:216
(30) Dehlvi,Shykh Abdul Haq,Muhaddis,Akhbar ul akhyar,(Mutarjim:Muhammad Abdul ahad Qadri), Mumtaz Acedmy, Lahore,Pakistan,P:48

(31) Abu al Hassan Nadvi,Tareekh Dawat o azeemat,P:198,199
(32) Shahzada,Dar e Shakuh,Safinat ul aulya,P:74
(33) Quddusi,Sheikh Muhammad Akram,Iqtabas Ul Anwar,(Mutarjim:Mulana Wahid Bakhsh),Al Faisal Nashiraan w tajiran e kutab,Lahore,Pakistan,P:345
(34) Iftikhar ahmad ,Professor,Tazkira e Khawajgan e Tunswi,Chishtia Acedemy, Faisalabad, Pakistan, 1985,P:49
(35) Nizami,Khaleeq Ahmad, Tareekh e mashykh e chisht,Mushtaq book corner,Lahore,Pakistan,P:169
(36) Tariq Habib,Hazrat Khawaja Ghulam Nizam Ud din auliya ka khanqahi pas e manzar,Shehmahi Shabeeh,Hazrat Khuwaja Gulam Nizam ud din muaazam Number,Khushab,Vol:6,Shumara 21-27,january 1997-september 1998,P:14
(37) Shahzada,Dar e Shakuh,Safinat ul aulya,(Mutarjim:Muhammad Ali Lutfi,Nafees Acedemy Karachi, Pakistan, 1986,P:128
(38)Nizami,Shabbir Hassan,Seerat e tayyiba,Khawaja Mueen ud din chishti,Akbar book saler,Lahore,Pakistan,P:94
(39) Nizami,Shabbir Hassan,Seerat e tayyiba,Khawaja Mueen ud din chishti,P:102-106
(40) Muhammad Haseeb Qadri,Seerat e Khawaja Nizam ud din Auliya,akbar book salers, Lahore, Pakistan,P:17
(41) Shahzada,Dar e Shakuh,Safinat ul aulya,P:133,134
(42) Muhammad Haseeb Qadri,Seerat e Khawaja Nizam ud din Auliya,P:107
(43) Nizami,Khaleeq Ahmad,Tareekh Mashykh e chisht,P:193
(44) Ibn E Taimia,Majmooa wazaief ma dalail ul khairat,(Mutajrjim:Peer Muhammad Karam Shah Alazhari,Zia Ul Quran Publications,Bhera,Pakistan,1985,P:103,104
(45) Muhammad Haseeb Qadri,Seerat e Khawaja Nizam ud din Auliya,P:155-160
(46) Muhammad Haseeb Qadri,Seerat e Bahaud din Zakaria,Akbar Book salers,Lahore,Pakistan,P:7,8
(47) Khawar Suharwardi,Yadgaar e Suharwardia,1999,P:144
(48) Khawar Suharwardi,Yadgaar e Suharwardia,P:146
(49) Muhammad Haseeb Qadri,Seerat e Bahaud din Zakaria,P;136-149